رمضان المبارک میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کثرت سے الٰہی برکات کا نزول ہوتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ قرآن کریم پر عمل پیرا ہو کر نور اور فرقان انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔

☆ رمضان میں حسنِ عمل کی طرف خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے۔

☆ ایک مسلمان کی لذت اس کھانے میں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ کھاؤ۔

☆ رمضان کا روزہ ہمارے لئے رحمت کا موجب ہے تکلیف اور زحمت کا موجب نہیں۔

☆ بندہ بڑا ہی عاجز ہے اور کوئی خوبی اس میں نہیں لیکن خدا کہتا ہے تم میری طرف آؤ میں تمہیں اپنا محبوب بنا لوں گا۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ (بقرہ:۱۸۶)

پچھلے دنوں میں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہماری توجہ اس طرف پھیری ہے کہ قرآنِ کریم کامل ہدایت ہے اور حکمتوں اور دلائل کے ساتھ اپنی بات منوانے والی کتاب ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر نور اور فرقان انسان کو حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ یہ ایک کامل اور مکمل نور ہے۔ جو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے سرچشمہ سے نکلا ہے اور رمضان کا مہینہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی ہدایت اور اس کی حکمتوں اور اس کے فرقان سے زیادہ سے زیادہ حصہ لیا جاسکے۔

آج میں رمضان کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے بعض ارشادات اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْٓ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔
(بخاری کتاب الصوم باب من لم يدع قول الزور و العمل به)

یعنی اگر کوئی شخص بظاہر رمضان کے روزے تو رکھتا ہے۔ لیکن قولِ زور اور قولِ زور پر عمل چھوڑتا نہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کھانا پینا یا بعض اور باتوں کو دن کے وقت چھوڑنا مقبول نہیں ہوگا زور کے معنی اَلْعَيْلُ عَنِ الْحَقِّ حق اور صداقت سے پرے ہٹ جانے کے ہیں۔ اسی طرح مفردات راغب نے زور کے ایک معنی بت کے بھی کئے ہیں (وَيُسَمُّ الصَّنَمُ زُوْرًا) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غلط اعتقادات کو چھوڑتا نہیں اور ان کا اپنی زبان سے اور اپنے عمل سے اظہار کرتا ہے اور غلط اعتقادات کے نتیجہ میں عمل غیر صالح بجا لاتا ہے۔ ایسے شخص کا روزہ رکھنا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کھانا اور

پینا چھوڑ دینا کوئی ایسی نیکی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مقبول ہو اور اس کے نتیجہ میں وہ اس کی طرف متوجہ اور ملتفت ہو۔

اس میں نبی اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ رمضان کا مہینہ نفس امّارہ کو کچلنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یعنی رمضان کے روزے اور اس کی دیگر عبادات اس لئے فرض کی گئی ہیں اور اس میں بجا لانے والے نوافل اس لئے قائم کئے گئے ہیں کہ انسان نفس امّارہ کے حملوں سے نجات پائے اور انسان کا نفسِ امّارہ نفسِ مطمئنہ کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھ لے لیکن اگر رمضان کا مہینہ نفسِ امّارہ کے مارنے پر منتج نہیں ہوتا اس کے نتیجہ میں نفسِ امّارہ مرتا نہیں۔ بدی کی رغبت اسی طرح قائم رہتی ہے انسان کی زبان اور اس کا دل اور اس کے جوارح پاک نہیں ہوتے تو اسے بھوکا رہنے اور پیاسا رہنے سے کیا فائدہ۔ اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت انسان کو حاصل نہ ہو اور خدا تعالیٰ محبت اور پیار کے ساتھ اس کی طرف ملتفت اور متوجہ نہ ہو۔

یہاں جیسا کہ پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنی کئے ہیں حَاجَةٌ کے معنی وہ نہیں جو اس وقت ہوتے ہیں جب یہ لفظ انسان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ حَاجَةٌ کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے روزوں کو قبول نہیں کرے گا اور انسان کی طرف ملتفت نہیں ہوگا۔ پس روزے اس معنی میں کہ یہ نفس کے کچلنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں اور شیطان کے حملوں سے انسان کو بچاتے ہیں ہمارے لئے بطور ڈھال کے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ ـ فَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْشَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ۔ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِىْ وَالصِّيَامُ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔

(بخاری کتاب الصیام باب فضل الصوم)

یہ بھی بخاری کی حدیث ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ماہ رمضان اور اس کے روزے بطور ڈھال کے تمہارے لئے بنائے گئے ہیں اور اگر تم روزے کی روح اور اس کی حقیقت کو سمجھو تو شیطانی حملوں سے تم خود کو محفوظ کر سکتے ہو اس لئے ضروری ہے کہ تمہاری زبان پر کسی قسم کا فحش نہ آئے شہوت کو

اُبھارنے والی باتیں نہ آئیں اور لَا یَجْھَلْ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان جھل سے کام نہ لے۔ جھل کے تین معنی ہیں اور تینوں یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ انسان علم سے خالی ہو یعنی اس کے معنی عدمِ علم کے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ علم کا سمندر قرآن کریم میں ہے رمضان میں کثرت تلاوت کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے اور یہی میری سنت اور یہی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی سنت ہے کیونکہ ہر رمضان میں وہ پورے قرآن کریم کا دور آپ سے کیا کرتے تھے۔ تو علم کے سمندر کا تمہیں پتہ دیا گیا اور اس سمندر میں غوطہ لگانے کے سامان تمہارے لئے مہیا کئے گئے اس لئے تم چوکس اور ہوشیار رہنا کہ کہیں اس موقع کو کھو نہ دو اس لئے روزہ دار کے لئے ضروری ہے لَا یَجْھَلْ کہ اپنے اندر جہالت باقی نہ رہنے دے کیونکہ علم کے دروازے اس کے لئے کھولے گئے ہیں اور علم کے نور سے منور ہونے کی راہیں اسے بتائی گئی ہیں۔

دوسرے جھل کے معنی غلط اعتقاد کے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم چونکہ کامل اور مکمل کتاب ہے جو شخص اسے سمجھتا اور اس کی حکمتوں کو جاننے کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ تمام اعتقاداتِ صحیحہ پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ تو یہ موقع جب تمہیں دیا جاتا ہے کہ تم ہر قسم کے غلط اعتقاد کو اپنے ذہنوں اور دلوں سے نکال کر باہر پھینک دو تو اس موقع سے فائدہ اُٹھاؤ لَا یَجْھَلْ ایک مومن روزہ دار کو چاہئے کہ صحیح اعتقادات کے حصول کیلئے پوری پوری کوشش کرے اور قرآن کریم سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اس سے بے اعتنائی نہ برتے۔

تیسرے جھل کے معنی ہیں فِعْلُ الشَّیِٔ بِخِلَافِ مَا حَقُّهٗ اَنْ یُّفْعَلَ جو کام جس طور پر کرنا چاہئے اس طرح نہ کرنا تو لَا یَجْھَلْ کے معنی ہیں کہ رمضان میں حسن عمل کی طرف خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے یعنی جو اعمالِ صالحہ کا حق ہے وہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی لئے رمضان کے ساتھ صرف بھوکا رہنے یا پیاسا رہنے یا بعض دیگر پابندیوں کو بجالانے کا ہی حکم نہیں بلکہ سارے نیک اعمال کرنے کی طرف انسان کو توجہ دلائی گئی ہے اور یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ تمہاری زندگی اور تمہاری بقاء کے لئے جو ضرورتیں ہو سکتی تھیں ان کو پورا کرنے کے سامان کر دئے گئے ہیں اب تمہارا کام ہے کہ تم ان سے فائدہ اُٹھاؤ اور ایک صراطِ مستقیم پر تمہیں چلا دیا گیا ہے۔ یہ صراطِ مستقیم اعمال صالحہ کا ہے تم اس صراطِ مستقیم پر چلتے رہو جہالت سے کام نہ لینا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مشک وغیرہ کی خوشبو بہت پسند ہے اسی لئے ہم نے یہ حکم دیا ہے کہ جمعہ کے موقع پر یا عید کے موقع پر یا دوسرے اجتماعوں میں مشک اور دوسری خوشبوئیں لگا کر آیا کرو تا کہ تمہارے ساتھی ایک قسم کی لذت محسوس کریں تو جتنی مشک کی خوشبو تمہیں اچھی لگتی ہے اس سے زیادہ ہمیں وہ بو محبوب ہے جو محض ہماری رضا کے لئے کھانا چھوڑنے کے نتیجہ میں بعض دفعہ منہ میں پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ تو خوشبو اور بدبو ہر دو سے بے نیاز ہے۔ نورِ محض کو جسمانی حواس یا ان حواس سے حاصل ہونے والی لذتوں سے کیا سروکار لیکن جو شخص اس کی خاطر محض اس کی رضا کے لئے بھوک کو برداشت کرتا ہے اور کھانے پینے کو چھوڑتا ہے اگر اس کے نتیجہ میں بعض ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں جو انسان کو پسند نہیں تو نہ ہوا کریں ہم تو اس کے دل کی کیفیت کو دیکھ کر اس قسم کی بو کو بھی بڑا ہی محبوب سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے اس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کے نتیجہ میں اس کے منہ میں وقتی طور پر بو پیدا ہوگئی اور ہمیں یہ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ (روزہ دار کے منہ کی بو) اس لئے محبوب ہے کہ یَتْرُکُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ اس نے محض ہماری خاطر کھانے کو چھوڑا اور پینا چھوڑا اور اپنی شہوت کو چھوڑا اَلصِّيَامُ لِیْ روزہ میرے لئے ہے وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ اس فقرہ کے معنی بعض بزرگوں نے یہ بھی کئے ہیں کہ دنیا نے غیر اللہ کے لئے کبھی روزے نہیں رکھے۔ دنیا نے غیر اللہ کو سجدہ بھی کیا ان کے لئے مالی قربانیاں بھی دیں چڑھاوے بھی چڑھائے اور بھی بہت سی بدعتیں کیں لیکن غیر اللہ کے لئے اپنے پر بھوکا رہنے کی پابندی کسی مشرک نے عائد نہیں کی یہ معنی بھی لطیف ہیں اگر تاریخ اس کی گواہی دیتی ہو لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے روزہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے اَلصِّيَامُ لِیْ کا فقرہ بولا ہے یعنی روزے دار کا روزہ میرے نزدیک ایسا ہے کہ یہ خالصتاً میرے لئے ہے وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہر نیکی کے بدلہ میں دس گنا یا اس سے زیادہ ثواب ہوگا۔ یعنی حساب سے بتایا گیا ہے کہ دس گنا یا سو گنا یا بعض جگہ اس سے بھی زیادہ ثواب کا ذکر آتا ہے یہ دوسری نیکیوں کے متعلق آتا ہے روزہ اس سے مستثنیٰ ہے روزہ کا ثواب اور اس کی جزا بغیر حساب کے ہے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا کے مطابق نہیں۔ اس کی جزا بے حساب ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے تو اس قرب کو کسی حساب میں تو محدود نہیں کیا جا سکتا دنیا کے سارے حساب ختم ہو جاتے ہیں اس ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جب اللہ تعالیٰ کا قرب انسان حاصل کر لے اور اس کی

رؤیت یا اس سے ہم کلامی یا اس کی رحمتوں (زندہ رحمتوں) کو انسان اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھ لے یعنی اسے روزہ کی یہ جزا مل جائے تو اسے کسی حساب میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جس کے آخر پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَالَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ

(بخاری کتاب الصوم باب هل يقول انى صائم اذاشتم)

روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی تو اسے یہ حاصل ہوتی ہے اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ کہ وہ روزہ کھولتا ہے اور کھاتا اور پیتا ہے اس یقین اور ایمان کے ساتھ کہ میں نے خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے حکم سے کھانا پینا چھوڑا تھا اور اب میں خدا تعالیٰ کی اجازت سے اسی کے حکم سے کھانے لگا ہوں کیونکہ افطار محض کھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھانا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑی سختی سے اس بات سے منع کیا ہے کہ سورج غروب ہو جانے پر کھانے میں تاخیر کی جائے بلکہ آپؐ اتنی جلدی کیا کرتے تھے کہ بعض دفعہ صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ابھی تو روشنی ہے۔ آپؐ فرماتے نہیں سورج غروب ہو گیا ہے تم روشنی کی طرف نہ دیکھو اور میرے لئے افطاری تیار کرو تو اَفْطَرَ میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ انسان روزہ رکھنے کے بعد جب روزہ کھولتا اور کچھ کھاتا ہے تو یہ سمجھتے ہوئے کھاتا ہے کہ میرا یہ کھانا صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھانے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح میرا کھانے سے پرہیز کرنا اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے منع کر دیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو یہ سبق مل جاتا ہے اور وہ اس کو اچھی طرح سمجھنے لگ جاتا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں کھانی جس کی اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے۔ مثلاً چڑھاوے کے کھانے ہیں ان سے اسلام نے منع کیا ہے پھر بہت سارے اور کھانے ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے۔ پھر مال حرام ہے اس سے بھی خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے میں اس تفصیل میں اس وقت نہیں جانا چاہتا غرض جس وقت انسان روزہ کھولتا ہے تو وہ صرف کھانا ہی نہیں کھاتا بلکہ وہ اس لئے کھا رہا ہوتا ہے کہ خدا نے اسے کہا کہ کھا تو جو شخص اس حقیقت کو پالے کہ میرا کھانا اور نہ کھانا ہر دو خدا کے لئے ہیں اس کی اجازت اور اس کے حکم سے ہیں اس سے زیادہ خوشی اور کیا اسے پہنچ سکتی ہے اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھانے پینے میں تمہارے لئے بڑی لذتیں ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کی لذت کھانے میں نہیں ہے۔ ایک مسلمان کی لذت اس کھانے میں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ

کھاؤ۔ پس جس وقت روزہ دار افطار کرتا ہے اس کو بڑی خوشی پہنچتی ہے کہ میرے ربّ نے مجھے کہا کہ اے میرے بندے! میرے کہنے پر تو نے کھانا چھوڑا تھا اب میرا حکم ہے کہ تو کھا۔ تو وہ کھاتا ہے اور اپنے ربّ کے اس حکم کی وجہ سے اور اس حقیقت کو پالینے کے نتیجہ میں اس کے لئے بڑی ہی خوشی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری خوشی اس کی یہ ہے کہ اِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ جب اپنے ربّ کی ملاقات اور اس کا قرب اسے حاصل ہو جاتا ہے اور رؤیا یا کشوف یا الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ اسے مل جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ پس اس دنیا میں بھی دو خوشیوں کے سامان ایک مخلص روزہ دار کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس ماحول میں اور اس رمضان میں جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی حقیقت ہمیں سمجھ آتی ہے (یہ بھی بخاری کی حدیث ہے اور ابو ہریرہؓ کی روایت ہے) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔ (بخاری كِتَابُ الصَّوم بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانَ اَوْشَهْرُ رَمَضَانَ)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب آسمان کے دروازے کھلتے ہیں تو دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ آسمانی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے دوسرے یہ کہ انسان کے اعمالِ صالحہ جو خلوص نیت سے کئے جائیں وہ آسمانوں میں داخل ہو سکتے ہیں (یہ ایک تمثیلی زبان ہے) یعنی قبولیت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ دروازہ کھلنے کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں اور دونوں پیدا ہوتے ہیں۔ پس جو شخص نیک نیتی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے روزہ بھی رکھتا ہے اور اس کے لوازمات بھی بجا لاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ بڑی کثرت سے نزول رحمت باری شروع ہو جاتا ہے اور ایسا بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم کی بجا آوری کی توفیق بھی پاتا ہے اور جو عاجزانہ طور پر اپنے خدا کے حضور پیش کرتا ہے اس کی قبولیت کے سامان بھی پیدا کئے جاتے ہیں۔ ان دروازوں سے اعمالِ صالحہ داخل ہو جاتے ہیں غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ روزے دار کے لئے ایسے سامان پیدا کر دئے جاتے ہیں کہ وہ معاصی سے بچنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے روکا ہے ان سے وہ رک جاتا ہے اور یہی چیزیں ہیں جن کے نتیجہ میں جہنم کے دروازے کھلتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ معاصی سے بچتا ہے اور نواہی سے پرہیز کرتا ہے اور جس وقت رحمت کے دروازے کھلے ہوں جہنم کے دروازے بند ہوں

تو پھر اس میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ کہ شیطان زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ شیطانی حملہ اندرونی ہو (نفس امّارہ کے ذریعہ) یا بیرونی ہو وہ کارگر نہیں ہوسکتا۔

غرض یہ رمضان جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے اور یہ رمضان ہے جس کی طرف ہمیں پورے نفس اور پوری روح کے ساتھ متوجہ ہونا چاہئے تا ہم خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے ایسے اعمال بجا لائیں کہ ہمارے لئے جنتوں کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہیں لیکن جہنم کے دروازے مقفل رہیں اور شیاطین (جو وجود بھی ہمارے لئے شیطان بن سکتے ہیں ان) کو پابہ زنجیر کر دیا جائے اور ہم ان کے حملہ سے محفوظ رہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام)

ہم بھی اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کے مستحق ہوں کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھتا ہے اِیْمَانًا اس ایمان اور یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے فضل کے دروازے کو کھولنے کے لئے رمضان کا روزہ فرض اور واجب کیا ہے اور ہمارے لئے رحمت کا موجب ہے تکلیف اور زحمت کا موجب نہیں اور اِحْتِسَابًا اَیْ طَلَبًا لِلْاَجْرِ فِی الْاٰخِرَةِ اس کے نتیجہ میں اپنے ربّ کے اجر کا طالب ہو اور یہ عزم اور یہ رغبت اس کے اندر پائی جاتی ہو کہ میں نے ہر قربانی دے کر اپنے ربّ سے اس کا ثواب حاصل کرنا ہے اور بشاشت قلب کے ساتھ وہ یہ قربانی دے اسے بوجھ نہ سمجھے یہ معنی ہیں احتساب کے غرض جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو بوجھ نہیں سمجھتا طیب خاطر اور بشاشت قلب کے ساتھ وہ انہیں بجا لاتا ہے اور اس کے دل میں ایک جوش ہوتا ہے کہ میں ہر قربانی دے کر اپنے ربّ کی خوشنودی کو ضرور حاصل کروں گا اور اس ایمان پر قائم ہوتا ہے کہ اگر میں نے اپنے ربّ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ اور قرآن کریم میں اس رضا کے حصول کی جو راہیں ہم پر کھولی ہیں ان پر میں چلوں گا تو پھر غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ جو اس کی شرعی کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت کی چادر کے نیچے ڈھانپ لے گا اور اپنے نور سے اسے منور کرے گا اور اپنی رضا کی جنت میں اسے داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ہم سب سے خوش ہو اور ہم سے راضی رہے اور ہمیں ایسے اعمال بجا لانے کی توفیق دے جو اس کی نگاہ میں مقبول ہوں اور شیطان کو انتہائی طور پر ناپسندیدہ ہوں اور وہ ہمیں اپنی رضا کی

جنتوں میں داخل کرے اور ہم سے خوش ہو جائے اور ہمیں اپنا محبوب بنا لے (اپنا محبوب کہتے ہوئے روح کانپ اُٹھی کہ ایک بندۂ ناچیز خدا کا محبوب کیسے بن سکتا ہے۔ بندہ بڑا ہی عاجز ہے اور کوئی خوبی اس میں نہیں لیکن ہمارا ربّ بڑا ہی پیار کرنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ میری طرف آؤ میں تمہیں اپنا محبوب بنا لوں گا) پس وہ اپنے فضلوں کی بارش کچھ اس طرح ہم پر برسائے کہ ہم واقعہ میں اور حقیقتاً اس کے محبوب بن جائیں اور اس کی رضا کی جنتوں میں رہنے والے ہوں۔

(روزنامہ الفضل ۹؍دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆